جناب شمیم طارق صاحب *

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور سلطان ٹیپو شہیدؒ

اسلام کی نشر و اشاعت اور مسلم معاشرہ کے استحکام میں جن قوتوں کو کلیدی حیثیت یا مرکزیت حاصل ہے ان میں اہم ترین قوتیں تین ہیں۔

۱۔ علمی قوت: جو علمائے حق کی تلاش و جستجو، عقیدہ و عمل اور دعوت و عزیمت کی رہین منت ہے۔

۲۔ روحانی قوت: جو سالکانِ راہ نبوتؐ کے دم قدم سے وابستہ ہے۔

۳۔ دفاعی قوت: جو سلاطین و امراء کی خدا پرستی و خدا ترسی، قبول حق کی استطاعت اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں دین فطرت کی ہمہ گیر تعلیمات کے نفاذ کی قوت و کوشش سے متعلق ہے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب کبھی اس تینوں قوتوں میں سے کسی ایک میں بھی کوئی خرابی پیدا ہوئی یا ان کے باہمی ربط و تعلق میں فرق پیدا ہوا ہے تو مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں فساد و زوال کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اور اس زوال و فساد کے سد باب کے لئے جو برگزیدہ شخصیتیں کوہ استقامت بن کر سامنے آئی ہیں مثلاً جگر گوشہ رسولؐ شہید اعظم سیدنا امام حسینؓ امام اعظم ابو حنیفہؒ ، امام احمد بن حنبلؒ امام غزالیؒ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ امام انقلاب شاہ ولی اللہؒ وغیرہ، روحانی اور علمی دونوں قوتوں کی حامل رہی ہیں ان تمام برگزیدہ شخصیتوں نے ظالم اور گمراہ حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنے یا دفاعی قوت کو راہ راست پر لانے کی کوششوں کے ساتھ علمی اور روحانی قوتوں کو بھی اپنے حقیقی منصب سے نیچے گرنے یا بے لگام ہونے سے بچایا ہے۔

شہنشاہِ اکبر کے دور کے ہندوستان میں جب دفاعی قوت اسلام کی پامالی کا نشان اور کفر کی پاسبان و نگہبان بن گئی تھی۔ علمائے سوتن آسانی و شکم پروری کو اپنا مصدر حیات سمجھنے لگے تھے اور روحانی قوت کے علم بردار صوفیہ اپنا اور دوسروں کا تزکیہ نفس کرنے کے بجائے خود نفس پرستی کے موذی مرض میں مبتلا تھے اس دور میں امام ربانی مجدد

* ریسرچ آفیسر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ

الف ثانیؒ کی شخصیت اور تحریک دعوت وعزیمت نے پہلے تو علمی، روحانی اور دفاعی یعنی بیک وقت تینوں قوتوں کی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بتایا کہ علماء صوفیہ اور بادشاہِ وقت اور اس کے امراء ذلت وگمراہی کے کتنے گہرے غار میں گر چکے ہیں۔

(الف) ''بعض نیم ملاؤں نے طمع کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو ان کے خبث باطن کے سبب ہے، امراء وسلاطین کا تقرب حاصل کر لیا ہے اور ان سب نے جی حضور بن کر دین متین میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے ہیں اور اس طرح سادہ لوح حضرات کو گمراہ کر رہے ہیں''(۱)

(ب) ''جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء بہترین مخلوق بھی ہیں اور بدترین مخلوق بھی۔ لوگوں کا ہدایت یا گمراہی کی طرف گامزن ہونا بھی علماء ہی کے وجود سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو اضلال وتضلیل کے کاموں سے فارغ بیٹھا دیکھا اور اس فراغت کا راز معلوم کیا تو ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں۔ پس گمراہ کرنے کے لئے وہ کافی ہیں''(۲)

علماء کا یہ حال تھا تو صوفیہ کیوں پیچھے رہتے؟ انہوں نے کشف وکرامت کے جھوٹے دعووں سے مزید غضب ڈھائے اور عوام وخواص میں یہ فاسد گمان پھیلانا شروع کر دیا کہ چونکہ انہیں معرفت حاصل ہو چکی ہے اس لئے اب وہ احکام شریعت کے مکلف نہیں رہے، شیخ بدیع الدینؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت امام ربانیؒ نے ان ملحدوں کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

''............اکثر خام صوفی اور بے سروسامان اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت مطہرہ کی اطاعت سے باہر نکال لیں اور شرعی احکام کو عوام الناس ہی کے ساتھ مخصوص رکھیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت ہی کے مکلف ہیں جیسا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کے سوا کسی اور چیز کا مکلف قرار نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ بجالانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہوتی ہے تو شرعی تکلفات ساقط ہو جاتی ہیں۔''(۳)

یہی نہیں دور اکبری میں بعض ایسے افراد بھی پیدا ہو گئے تھے جو خود کو صوفی کہتے تھے مگر اس وحی الٰہی کی پیروی سے علی الاعلان انکار کرتے تھے جس پر بندوں کی ہدایت کا دارومدار ہے۔ ان ''منکرین نبوت'' صوفیہ کا جو اہل ہنود کے عقیدے کی طرح اوتار ہونے کے مدعی تھے، امام ربانی مجدد الف ثانی نے سید مرتضیٰ بخاریؒ کے نام ایک مکتوب میں یوں ذکر کیا ہے:

''اگرچہ یہ منکرین نبوت بھی خدا کو ایک کہتے ہیں، لیکن ان کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ اسلام

کی تقلید میں وہ ایسا کہتے ہیں یا واجب الوجود ہونے میں تو اسی ایک ذات کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن استحقاق عبادت میں اسے وحدہٗ لاشریک نہیں مانتے جب کہ اہل اسلام کے نزدیک وجوب وجود اور استحقاق عبادت دونوں امور میں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے باطل معبودوں کی عبادت کی نفی اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہوتا ہے۔ دوسری بات جو ان بزرگوں (انبیائے کرام) کے ساتھ خاص ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح خود کو بشر ہی کہتے ہیں اور الٰہ اور معبود حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہی کو قرار دیتے ہیں اور سب کو اسی ذات کے آگے جھکنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی ذات کو حلول واتحاد سے منزہ مانتے اور منواتے ہیں۔

لیکن منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ ان کے سرداروں نے تو الوہیت کا دعویٰ کیا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا اپنے اندر حلول بتاتے ہیں اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا اپنے لئے کھل کر دعویٰ کرنے سے بچتے ہیں تو یقیناً انہوں نے خدا کی بندگی سے قدم باہر نکال لئے ہیں اور افعال قبیحہ واعمال شنیعہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحت اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور بزعم خویش خدائی منصب پر فائز ہو کر وہ گمان کئے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی چیز ممنوع نہیں ہے اور جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے وہ درست ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب ٹھیک ہے، مباح ہے تو اس طرح وہ خود بھی گم کردہ منزل ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ تف ہے ان پر اور ان کے متبعین پر...... منکرین کے سردار اور رئیس جو خدائی کا دعویٰ کئے ہوئے ہیں ' جو کچھ کہتے ہیں' اپنے پاس سے کہتے ہیں اور محض اپنے باطل زعم الوہیت کی بنا پر اسے درست قرار دیتے ہیں۔ تو انصاف سے کام لینا چاہیے۔ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الٰہ سمجھے اور عبادت کا مستحق جانے اور اس فاسد گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا مرتکب ہو، اس کی باتوں کا کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے اور اس کی پیروی میں کون سی بھلائی مل سکتی ہے"۔[۴]

علمی اور روحانی قوتوں کے گمراہ ہو جانے کے جو اثرات دفاعی قوت پر پڑ سکتے تھے، وہ بھی پڑے اور بالآخر اکبر جو بقول ملا عبدالقادر بدایونی بذات خود ایک نفیس جوہر اور حق کا طالب تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی نرا جاہل بھی[۵] وہ شکم پرور علماء اور نفس پرور صوفیہ کے اس بہکاوے میں آ گیا کہ:

(الف) "عقل مند لوگ تمام مذاہب میں پائے جاتے ہیں اور ریاضتیں کرنے والے اور صاحبان کشف وکرامات بھی سب گروہوں میں موجود ہیں اور حقانیت سب میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے حق وصداقت کو ایک ہی دین اور ایک ہی ملت میں کیوں منحصر کیا جائے اور وہ بھی اس مذہب میں جو بالکل نیا ہے اور جس کی عمر پوری ایک ہزار سال بھی نہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک کا اثبات کیا جائے اور دوسرے کی نفی۔ یہ ترجیح بلا مرجح کیوں"۔[۶]

اور پھر اس کے بعد:

(ب) "جب اس (بادشاہ) نے بزعم خویش یہ خیال کر لیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کو ہزار سال گزر گئے ہیں

جو بقائے اسلام کی موت تھی تو یہ دین بھی ختم ہوگیا ہے اور ان کے سامنے اب اپنے دل میں چھپے ہوئے ارادے کو ظاہر کرنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی' کیونکہ ان علماء و مشائخ سے بساط علم بھی خالی ہو چکی تھی جن کا اثر ورسوخ تھا۔

ایسے افراد سے میدان خالی پا کر بادشاہ خوب کھل کھیلا۔ اسلامی احکام وارکان کا بطلان کیا۔ مہمل اور بے ہودہ قوانین ایسے جاری کئے کہ عقائد و نظریات کے فساد کا بازار خوب گرم ہوگیا۔"(۷)

امام ربانی پیر طریقت تھے کہتے ہیں کہ ان کے ۹ لاکھ مرید اور پانچ لاکھ خلفاء تھے' وہ چاہتے تو اپنی خانقاہ میں اوراد و وظائف اور تلقین وارشاد میں مصروف رہتے' دنیا ان کے پاؤں چومتی' شاہی عتاب نازل ہوتا نہ گوالیار کے قلعے کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کئے جاتے' لیکن قدرت نے تو انہیں "منصب قیومیت" پر فائز کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لہٰذا انہوں نے جہاد و اجتہاد کی راہ کی مشکلات کو اپنا مقدر بنا لیا اور علماء صوفیہ امراء اور بادشاہ وقت کی گمراہیوں کی نشاندہی کے بعد ان سب کے خلاف جہاد شروع کیا۔

آپ بعثت نبوی ﷺ کے دوسرے ہزارے یا الف ثانی میں لاثانی مجاہد و مجتہد بن کر سامنے آئے اور مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ مجتمع کر کے مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں در آنے والی بہت سی ناہمواریوں کو دور کیا۔ اکبر کی جاری کی ہوئی گمراہیوں کے سیلاب کا رخ پھر گیا اور آپ نے ابتلاء و آزمائش کے بعد اپنی زندگی ہی میں اپنی دعوت و تحریک کی کامیابی ملاحظہ کی۔ جہانگیر نے اکبر کے ملحدانہ احکام منسوخ کر کے اسلامی احکام نافذ کئے اور بالآخر وہی تخت شاہی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش اور قہر بنا ہوا تھا' آئندہ ان سعادت مند روحوں کا مسکن بن گیا جو اسلام سے مکمل وابستگی پر فخر کرنے والے تھے۔"(۸)

یہ امام ربانی کی ہمت مردانہ اور جذب قلندرانہ کی کرامت نہیں تو کیا ہے دفاعی قوت جو ان کے بقول روح کی مانند ہے اور جس کا راہ راست پر رہنا تمام رعایا کے راہ راست پر رہنے کے مترادف ہے نہ صرف صراط مستقیم سے رشتہ جوڑنے میں کامیاب ہوئی بلکہ اس کی بگاڑی ہوئی روحانی اور علمی قوتوں کے علم برداروں میں بھی توبہ کی تحریک پیدا ہوئی اس کرامت کا نقطہ عروج اورنگ زیب عالم گیر تھے۔ شیخ محمد اکرام نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:

"یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قریباً وہ تمام اقدامات جو اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے متعلق تھے حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوبات میں ان سب اقدامات کی پرزور تبلیغ و تلقین فرمائی تھی۔"(۹)

لیکن یہاں ان حقائق کا اظہار اور ان پر اصرار بہت ضروری ہے کہ

"حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی نگارشات و تعلیمات اور دعوت و تحریک کے ہمہ گیر اثرات جہانگیر' شاہ جہان اور اورنگ زیب یا ان کے عہد کے علماء صوفیہ اور امراء تک محدود نہیں رہے بلکہ آنے والی چار صدیوں میں پیدا ہونے والے امراء علماء اور صوفیہ بھی ان سے متاثر ہوئے۔

نیز آپ کی دعوت وتحریک کے عالمگیر اثرات افغانستان، وسط ایشیاء سلطنت عثمانیہ اور مشرق میں ملائیشیا اور انڈونیشیا تک پھیل گیا ہے(۱۰)

ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد جس شخص یا حکمران پر حضرت امام ربانی کی تعلیمات ونگارشات کے سب سے زیادہ اثرات مرتب ہوئے وہ سلطان جمہور ٹیپو شہید ہیں Wellesley Papers سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احیائے اسلام کے حامیوں میں تھے اور اکثر امام ربانی کے مکتوبات ونگارشات کے حوالے دیا کرتے تھے لیکن حیرت ہے کہ کسی ہندوستانی دانشور، مورخ یا عالم نے اس تعلق پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔

اقبال جو امام ربانی کو ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان سمجھتے تھے اور جنہیں اللہ نے بروقت خبردار کیا تھا۔ البتہ اورنگ زیب اور ٹیپو شہیدؒ دونوں کے مداح تھے لیکن چونکہ خود فکر اقبال پر تعلیمات مجددیہ کے اثرات کا ابھی کماحقہ جائزہ نہیں لیا جاسکا ہے اس لئے ان کی ان عبقری اور اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو اپنے کردار وعمل میں ڈھال لینے کی کوشش کرنے والے حکمرانوں سے قلبی روحانی وابستگی کو بھی نہیں سمجھا جاسکا ہے۔ علامہ اقبال جنہوں نے اورنگزیب عالمگیرؒ کے فقر واستغناء اور شجاعت وحق پرستی سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ

حق گزید از ہند عالمگیر را　　　آں فقیر صاحب شمشیر را

اور جنہوں نے ٹیپو شہیدؒ کے جاہ وجلال اور ان کی قبر پر طاری ہونے والی کیفیت پر یہ کہہ کر قلب ونگاہ نثار کئے ہیں کہ

نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاک قبرش ازمن و توزندہ تر

ان دونوں شخصیتوں میں تعلیمات مجددیہ ہی کے عکس دیکھتے تھے اور اس لئے ان کے مداح تھے اور ذکر سے قلبی سکون محسوس کرتے تھے۔

اورنگ زیب پر تعلیمات مجددیہ اور خانوادۂ امام ربانی کے اثرات کی نشاندہی تو علماء اور مورخین کرتے رہے ہیں مثال کے طور پر ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی تحقیقی رائے پہلے ہی نقل کی جاچکی ہے۔ دوسرے مورخین نے بھی وضاحت کی ہے کہ دور جہانگیری لکھتے وقت اگر مغل سیاست پر حضرت مجدد کے اثرات کا ذکر نہ کیا جائے تو اس دور کی سیاست کا مطالعہ مکمل نہیں ہوگا۔

اب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نشاندہی پر سید حیدر علی ٹونکی کے مخطوطہ وقائع [illegible] کے حوالے سے یہ انکشاف پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ٹیپو شہیدؒ کے حضرت شاہ ابو سعیدؒ اور حضرت شاہ ابواللیث سے روحانی تعلقات تھے اور نہ صرف ٹیپو شہیدؒ بلکہ ان کا پورا خانوادہ شاہ ابواللیث سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھا اس سے Wellesley Papers کے مندرجات کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے۔

مجددیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہی کی ایک شاخ ہے اور شاہ ابو سعیدؒ اور شاہ ابو اللیث عظیم مجاہد و بزرگ سید احمد شہیدؒ کے نانا اور ماموں تھے اس پورے حسنی خانوادہ پر جس کے ایک نہایت روشن بلکہ آندھیوں میں بھی جلتے رہنے والے روشن چراغ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ تھے تعلیمات مجددیہ کے اثرات کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

اسی نسبت کا اثر تھا کہ جب ۱۸۲۲ء میں سید احمد شہیدؒ حج کو جاتے ہوئے کلکتہ میں رکے تو بیگم ٹیپو شہید نے جنہیں علم تھا کہ ان کے خسر اور شوہر مولانا ابو اللیث سے بیعت تھے ان کے خاندان سے متعلق معلومات کر کے خود بھی ان سے بیعت کی اور اپنے تمام شہزادوں اور اکلوتی بیٹی سے بھی بیعت کروائی۔ (۱۱)

یہ تمام انکشافات اور قیمتی معلومات ٹیپو شہیدؒ کی شخصیت، عقیدہ و عمل اور اصول حکمرانی پر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اثرات کے گواہ ہیں، اس کے باوجود یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کے جہاد و اجتہاد کا جامع تعارف کراتے ہوئے ٹیپو سلطان کے عقیدہ و عمل سے ان کا تقابل کیا جائے۔ اس تقابل کے بعد ہی یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہو سکے گی کہ ٹیپو شہیدؒ امام ربانیؒ سے کیوں اور کس حد تک متاثر تھے اور اس تاثر کے سلطان کی شخصیت و اصول حکمرانی کے علاوہ سلطنت خداداد پر کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ ۱۵۶۳ء میں پنجاب کے ایک شہر سرہند میں پیدا ہوئے اور مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کی تاجپوشی بھی پنجاب ہی کے ایک مقام کلانور ضلع گورداسپور میں ہوئی، یعنی اس دنیائے فانی میں آپ کی تشریف آوری اس ریاست میں اس وقت ہوئی جب ہندوستان کی عنان حکومت سنبھالنے والے اس شخص کی پیدائش ہو چکی تھی جو دین اسلام کو منسوخ کر کے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کرنے والا تھا۔ گویا تاریکیوں سے صبح کی سپیدی نمودار کرنے والے مالک و خالق نے آپ کو دنیا میں بھیجا ہی اس لئے تھا کہ آپ کے طفیل اکبر اور اس کی ہمنوائی کرنے والے گمراہ عالموں اور صوفیوں کی پھیلائی ہوئی جہل و ضلالت کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو سکے۔

آپ کا اسم گرامی احمد کنیت ابوالبرکات، القاب، بدرالدین، امام ربانی، مجدد الف ثانی اور قیوم زماں ہے، مذہباً حنفی نسباً فاروقی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین، مراد پیمبر، خلیفہ برحق حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے اور طریقت میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ۲۱ واسطوں سے، سلسلہ عالیہ قادریہ میں ۲۵ واسطوں سے، سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ۲۷ واسطوں سے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں ۲۳ واسطوں سے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ تک پہنچتا ہے۔

اکبر (۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء) نے ۵۰ برس تک پورے جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۳ء سے لے کر ۱۶۲۴ء) نے اپنی ۶۳ برس کی عمر میں سے پہلے ۴۳ برس اکبر دور میں گزارے اور آخری ۲۰ برس عہد جہانگیری میں۔

عہد اکبری کو محض اکبر کے عقیدہ و عمل تک رسائی میں آسانی کے لئے تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا دور ۱۵۵۶ء تا ۱۵۷۵ء

۲۔ دوسرا دور ۱۵۷۶ء تا ۱۵۷۸ء

۳۔ تیسرا دور ۱۵۷۹ء تا ۱۶۰۵ء

پہلے دور میں جب اکبر نوعمری میں اپنے اتالیق بیرم خان کی سرپرستی میں تخت و تاج کا مالک بنا ایک مخلص مسلمان تھا۔

دوسرے دور میں فتح پور سیکری میں عبادت خانے کی تعمیر، علماء میں مباحثے، ارباب عقل کے عروج اور عیسائی پادریوں کے عمل دخل سے اس کے عقیدہ و عمل میں خلل پڑنا شروع ہوا۔

تیسرا دور، دوسرے دور کا نقطہ انجام بن کر سامنے آیا کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کے بجائے اکبر خلیفۃ اللہ پڑھا جانے لگا۔ عربی مدارس مسمار کر دیئے گئے عالم و عامی بادشاہ کو سجدہ کرنے لگے اور خنزیر اور کتوں کا احترام کیا جانے لگا

یہ وہ دور تھا جب اسلام اور مسلمان دونوں کا وجود داؤ پر لگا ہوا تھا اور علماء و صوفیہ دونوں بجائے دین حق پر قربان ہونے کے دین حق کو اپنے مفادات پر قربان کر رہے تھے اور اکبر جس کو تاریخ میں صلح جو اور روادار بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے حقیقت میں اتنا ظالم اور عدم روادار تھا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھوں سے زہر دے کر تڑپا تڑپا کر مار دیا کرتا تھا۔ (۱۲)

ایسے صبر آزما دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جس طرح اسلام کی سربلندی کیلئے اپنی جان، مال اور آل و اولاد کی بازی لگا کر بادشاہ وقت کے خلاف نعرہ حق بلند کیا اور اس نعرہ حق اور تبلیغ و ارشاد کے اکبر کے بیٹے اور دیگر شاہان مغلیہ پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ آپ بعثت نبویؐ کے الف ثانی کے لئے مجدد بنا کر بھیجے گئے تھے۔

آپ نے حکومت وقت (اکبر) کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے جہاد شروع کیا۔ کفر و اسلام کو دو الگ الگ حقیقتوں سے تعبیر کیا اور اس سلسلہ میں حکومت و معاشرہ کے بااثر لوگوں کو مکتوبات (۱۳) تحریر کئے اور بالآخر دور جہانگیری میں آپ کی کوششیں بارآور ہوئیں اور بادشاہ نے امور سیاست و مذہب میں مشورہ کے لئے علماء کا ایک کمیشن (۱۴) مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

علمائے سو کے اقتدار اور ان کی شعوری کوششوں سے عوام و خواص گمراہ ہو رہے تھے، آپ نے اپنے علمی مکالمات اور مکتوبات کے ذریعہ انہیں آشنائے شریعت کیا۔ (۱۵)

نظریہ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیر اور طریقت کی حقیقت سے بیشتر صوفیہ کی لاعلمی کے سبب اس راہ گمراہی کا جو سیلاب امڈ رہا تھا آپ نے اس پر روک لگائی اور نظریہ وحدۃ الشہود پیش کر کے طریقت کو شریعت کے تابع رکھنے پر

اصرار کیا۔ (۱۶)

زندگی کے جن شعبوں کو امام ربانی کے جہاد و اجتہاد سے توانائی ملی ان میں۔

☆ سیاست و حکومت ☆ شریعت و طریقت اور ☆ معیشت و معاشرت

سب شامل ہیں اور ان عظیم مقاصد کی تکمیل یا حصوں کے لئے آپ نے جو طویل جدو جہد فرمائی اس کو مختلف ادوار میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

دور اکبری	۱۵۹۱	تا	۱۶۰۵ء
دور جہانگیری	۱۶۰۵	تا	۱۶۲۴ء

اکبر کا آخری دور حکومت جو الحاد اور اسلام دشمنی کا نقطہ عروج ہے حضرت مجدد الف ثانی کی تبلیغی کوششوں کا نقطہ آغاز ہے دور جہانگیری میں آپ کی جدو جہد اور تیز ہو گئی جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۶۱۸ء تا ۱۶۱۹ء قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔

۱۶۱۹ء تا ۱۶۲۳ آپ جہانگیر کے لشکر میں رہے۔۔ یہ دور آپ پر پابندی کا دور ہے۔ ۱۶۲۳ء تا ۱۶۲۴ء زبان بندی کا دور ہے اسی دور میں خانقاہ سرہند میں ۶ ماہ خلوت نشین رہنے کے بعد آپ نے ۱۹۲۴ء (۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا (۱۷)

لیکن جب آپ نے انتقال کیا' اس وقت تک آپ کے جہاد و اجتہاد کے نتیجے میں فضاء اتنی تبدیل ہو چکی تھی کہ مورخین کو لکھنا پڑا کہ

''جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ آ گئے آئے۔''

آپکی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا اور اسکے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو انقلاب انگیز تبدیلیاں ہوئیں وہ اکبر' جہانگیر' شاہجہان اور اورنگزیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضا میں دیکھی جا سکتی ہیں (۱۸)

اکبر کے آخری دور میں آپ نے جس اسلامی اور تبلیغی بلکہ انقلابی مشن کا آغاز کیا تھا وہ دور جہانگیری میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ خصوصیت سے قلعہ گوالیار میں آپ کی نظر بندی نے آپ کے انقلابی مشن کو عوام و خواص اور حکومت وقت تک نہ صرف پہنچا دیا بلکہ مستحکم بنا دیا اور بالآخر اکبر کا خانہ زاد مذہب دین الٰہی' اپنی موت آپ مر گیا۔

امام ربانیؒ پر بعض لوگوں نے الزامات بھی دھرے ہیں لیکن چونکہ معاندین امام ربانی میں بیشتر حکومت وقت کے نمک خوار علمائے سو اور جاہل و غلط کار صوفیہ ہیں جن کے خلاف حضرت تا عمر جہاد کرتے رہے یا منکرین قرآن حکیم اور دشمنان صحابہؓ جن کا مقصد زندگی ہی قرآن حکیم میں تحریف کرنا اور مکتب نبویؐ کے سنوارے ہوؤں اور بارگاہ خداوندی سے ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے'' کی سند پائے ہوؤں کو مشتبہ کرنے کی کوششوں میں خود کو روسیاہ کرنا تھا۔

حسن خان کابلی اور شیخ محمد صالح جیسے بدنیت اور دنیا دار لوگ جنہیں خوف تھا کہ حضرت امام کی بزرگی و حقانیت کا اعتراف کرنے سے خود انکی حیثیت مشتبہ ہو جائیگی۔ اسلئے ان معاندین کے الزامات کی کوئی حیثیت ہے نہ حقیقت۔ ان الزامات کو اس غلاظت سے نسبت دی جا سکتی ہے جو اپنے اچھالنے والے ہی کو غلیظ اور ناپاک بنا دیتی ہے

بعض جعلی عبارتوں سے جو حضرت مجددؒ سے شرارتاً منسوب کر دی گئی تھیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مغالطے میں آگئے تھے، لیکن اس کے بعد رحمت حق نے ان کی دستگیری کی اور انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ایک خط لکھ کر خود ہی ان سے حقیقت حال کی وضاحت چاہی حضرت مجددؒ نے جب اصل عبارتیں ارسال کیں تو حضرت شیخ کی تسلی و تشفی ہوگئی اور انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا اور دونوں بزرگوں میں پھر پہلے ہی جیسی محبت و اخوت پیدا ہوگئی [19]

اکا دکا انگریزوں اور یہودیوں نے بھی مثلاً ہبریو یونیورسٹی یروشلم کے ڈاکٹر یوحنا فریڈ مین نے حضرت مجددؒ پر نکتہ چینی کی ہے لیکن ان نکتہ چینیوں کی کوئی حیثیت یا حقیقت اس لئے نہیں ہے کہ ایک طرف تو انہوں نے پرانی باتوں کو جن کا بے اصل ہونا ثابت ہو چکا تھا دہرایا۔ دوسرے وہ حضرت مجدد کی نگارشات و تخلیقات کو سمجھنے اور ترجمہ کرنے یا ترجمے کی مدد سے انہیں سمجھنے سمجھانے سے قاصر رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اس سلسلہ میں بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ حضرت مجددؒ کی بیشتر نگارشات ایسی موہوب ہیں جن کا انگریزی ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا اور انگریزی زبان اپنی وسعت و ہمہ گیری کے باوجود ایسے الفاظ سے خالی نظر آتی ہے جو افکار مجددیہ کی ترجمانی کر سکیں [20]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تصنیفات میں اثبات النبوۃ مبدأ و معاد مکاشفات غیبیہ، رسالہ، مقصود الصالحین، رسالہ تعین و لاتعین، رسالہ در مسئلہ وحدۃ الوجود آداب المریدین، رسالہ جذب و سلوک، رسالہ، علم حدیث اور رد الرفضہ جیسے کئی نام نقل ہوتے آئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شہرت میں سب سے نمایاں حصہ مکتوبات کا ہے۔

یہ مکتوبات تین جلدوں میں طبع ہو کر متعدد بار منظر عام پر آچکے ہیں۔ انہیں علم و معرفت کا مکمل خزینہ اور اسرار و معارف کا بحر بے کراں کہا جا سکتا ہے۔ جملہ مکتوبات ۳۱۳+۹۹+۱۱۴+۱۰=۵۳۶ ہیں

دفتر اول کو آپ کے حکم سے مولانا یار محمد جدید بخشی طالقانی نے ۱۰۲۵ھ میں مرتب کیا اور مرسلین عظام، اصحاب بدر اور اصحاب طالوت کی تعداد کی رعایت سے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اس کا تاریخی نام دار المعرفت تجویز ہوا تھا۔ دوسرا دفتر اسمائے حسنیٰ کی تعداد کے مطابق ۹۹ مکتوبات پر مشتمل ہے اس میں سے زیادہ تر مکتوبات اس وقت لکھے گئے تھے جب آپ قلعہ گوالیار میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائے ہوئے زندان یوسفی اور شعب ابی طالب کی سنت ادا فرما رہے تھے، آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم کے حکم سے آپ کے خلیفہ مولانا عبدالحیٔ حصاری شادمانی نے یہ دفتر مرتب کیا۔

اس کا تاریخی نام نور الخلائق ہے۔

تیسرا دفتر آپ نے خود ہی مرتب فرمایا تھا۔ جب آپ شاہی لشکر کے ساتھ تھے قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد کی رعایت سے اس میں ۱۱۴ مکتوب ہیں۔ تاریخی نام ''معرفت الخلائق'' ہے۔ بطور مرتب اس پر خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کا نام درج ذیل ہے۔ اس میں دس مکتوب اضافی ہیں جن کے مضامین تو آپؒ کے ہیں لیکن کتابت صاحبزادگان کی ہے۔

یہ مکتوبات آپ کے صاحب اسرار اور مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کے تو گواہ ہیں ہی۔ انقلاب اسلامی کے بھی گواہ ہیں اور ان شخصیتوں کے مثلاً علماء امراء' صوفیہ قضات' سادات عظام یعنی ان لوگوں کے نام ہیں جو معاشرہ کا ضمیر ہوتے ہیں اور جن کے بننے بگڑنے پر ایک پورے معاشرے کے بننے بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ٹیپو سلطان دونوں بزرگوں کی شخصیتوں' عہد اور تعلیمات و مجاہدات سے کماحقہ' واقفیت ہو تو اس حقیقت کے ادراک میں دیر نہیں لگتی کہ زمانہ اور زمین کے اختلاف کا باوجود عقیدہ و عمل میں یہ دونوں بزرگ ایک ہی سمت اور راہ کے راہی تھے۔ دونوں نے انفرادی اجتماعی زندگی میں اتباع سنت نبوی ﷺ پر اصرار کیا تھا اور دونوں ہی کو اپنے زمانہ کے علماء صوفیہ اور ارباب اقتدار سے شدید تکلیفیں پہنچی تھیں۔

سلاطین عالم کو خطوط لکھنے کی سنت پر بھی امام ربانیؒ کے بعد جس شخصیت نے عمل کی سعادت پائی وہ ٹیپو شہیدؒ کی شخصیت تھی اور چونکہ ان کی روحانی تربیت میں شاہ ابواللیث اور شاہ ابوسعیدؒ کی توجہ نے خصوصی اثر دکھایا تھا جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مرشد برحق اور برگزیدہ امام و پیر تھے' نیز ٹیپو شہیدؒ بذات خود بھی امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات و تعلیمات سے استفادہ کرتے رہتے تھے جیسا کہ Wellesley Papers سے ظاہر ہے اس لئے اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں کوئی تامل یا عذر نہیں ہونا چاہیے کہ ٹیپو سلطان کے جذبہ جہاد و اجتہاد کو امام ربانی ہی کے عقیدہ و عمل نے جلا بخشی تھی۔ ٹیپو سلطانؒ نے ملکی اور ملی امور میں تمام خرابیوں کا واحد علاج ''خیر القرون'' کی طرف واپسی کو سمجھا۔ فتح المجاہدین' موید المجاہدین جیسی کتابوں سے جن کی تصنیف و تدوین سلطان کے حکم سے انہی کی نگرانی میں ہوئی تھی' ظاہر ہے کہ سلطان کی نگاہ میں اسلام و آزادی دو الگ الگ چیزیں نہیں تھیں اور مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کو وہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو عام کر کے اور انہیں حقیقی اسلامی تعلیمات کا مخلص پیرو بنا کر دور کرنا چاہتے تھے اور اس کے لئے آپ نے ہر سطح پر موثر تدابیر اختیار کی تھیں۔

راحت طلبی اور خانہ جنگی کے علاوہ جن برائیوں نے ملت کی صفوں کو سیسہ پلائی دیوار کے بجائے کرم خوردہ بنا کر رکھا تھا وہ زندگی کے ہر شعبہ میں غیر اسلامی رسوم کی پیروی تھی' ٹیپو سلطان نے ''جلوہ نامہ'' جیسی کتابیں مرتب کروا کر عبادات و معاملات میں غیر اسلامی رسوم کی بیخ کنی کے علاوہ شادی بیاہ وغیرہ میں بھی غیر اسلامی رسوم کی بیخ کنی کرنے اور مسلم عورتوں اور گھرانوں کو ان کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کی کوششیں کیں۔

سلطان نے دین خالص کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوششوں میں ایک طرف تو سلطنت خداداد کے عالموں اور قلعہ داروں کو لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو احکامات جاری کئے تھے لیکن بعد کے بادشاہوں اور حکمرانوں نے جن کی پابندی سے انحراف کیا تھا۔ انہیں دوبارہ دستخط اور مہر کے ساتھ جاری کیا جارہا ہے تاکہ ماتحتوں کو ان احکام کا پابند بنایا جاسکے۔

☆ ان لوگوں پر پابندی عائد کی جو پیری مریدی کی حقیقت نہ سمجھنے اور طریقت کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترنے کے باوجود پیری و مریدی کررہے تھے یا اس کو پیشہ اور ذریعہ آمدنی بنائے ہوئے تھے۔

☆ محرم کی رسوم مثلاً شیر، ریچھ، بندر وغیرہ کے سوانگ بھرنے پر پابندیاں عائد کیں۔

☆ حسب نسب پر بے جا غرور کرنے یا حسب نسب کو ''برادری واد'' کی سطح پر پہنچا دینے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔ (۲۱)

☆ مسلمانوں کے مذہبی امور اور تقویٰ و عمل کی نگرانی کے لئے قاضی اور علماء مقرر کئے۔

☆ سجدہ تعظیمی کو ممنوع قرار دیا۔

☆ تنگ دستی کے سبب شادی نہ کرسکنے والوں کی شاہی خرچ پر شادی کرانے کے ساتھ ناجائز اولاد کا باعزت گھرانوں سے رشتہ غیر قانونی قرار دیا۔

☆ مسلمان سپاہیوں کو نماز باجماعت کا پابند بنایا۔

☆ مسجدیں تعمیر کرائیں اور ان میں موذن اور امام مقرر فرمانے کے ساتھ ہی مسجدوں کے ساتھ مدرسے قائم کر کے ان میں اساتذہ بھی مقرر کئے۔

☆ دوسری طرف وطنی اور ملکی امور میں اصلاحات کرتے ہوئے

☆ قابل کاشت زمینوں کو پالیگاروں اور زمینداروں کی ملکیت قرار دینے کے بجائے کاشتکار کی ملکیت قرار دی اور احکام جاری کئے کہ کاشتکاروں کو ان کی زمینوں سے کسی بھی صورت میں بے دخل نہ کیا جائے۔

☆ ان بے زمین کسانوں کو بھی زمینیں دینے کے انتظامات کئے جو زمینوں کو آباد کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لئے انہوں نے درخواستیں دی تھیں۔

☆ افسروں اور عہدیداروں کی جاگیر کے بجائے تنخواہیں مقرر کیں اور ان کی خودمختاری پر ضرب لگائی۔

☆ مجلس وطنی یا پارلیمنٹ قائم کی، جس کا مقصد جمہوریت کا فروغ تھا۔ اس کا نام ''زمرہ غم نباشد'' رکھا کیونکہ سلطان کا خیال تھا کہ عوام کو حکومت میں شریک کرلینے کے بعد داخلی خطرات باقی نہیں رہیں گے۔

یہ تمام اقدامات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ سلطان جمہور دین اسلام کی حقیقی روح پیغمبر اسلام ﷺ کے

ارشادات اور خلافت راشدہ میں عملاً ظہور پذیر ہونے والی تعلیمات کے اتباع میں کس قدر مخلص اور اٹل تھے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے جس طرح اکبر کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں اور لادینیت کا مقابلہ کیا تھا اگر ایک ایک واقعہ کو سامنے رکھ کر ان کا ٹیپو شہید کے اقدامات اور اس عہد کے واقعات سے تقابل کیا جائے تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے گی کہ سلطان کے عقیدہ و عمل کو جس بزرگ کی تعلیم یا قرآن وسنت کی جس تشریح نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ امام ربانی کی تعلیم وتشریح تھی۔

پروفیسر محب الحسن کا یہ بیان غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ ٹیپو سلطانؒ کا ذہنی میلان تشیع کی طرف تھا۔

"ٹیپو اگرچہ سُنی مسلمان تھا لیکن تشیع کی طرف بھی اس کا کچھ رجحان تھا۔ وہ سچا مذہبی انسان تھا۔ اپنی سلطنت کا نام اس نے سلطنت خداداد رکھا تھا:

پنج وقتہ نماز پڑھتا اور رمضان کے روزے پابندی سے رکھتا تھا۔ اس کے دل میں حضرت علیؓ کی بیحد عزت و عقیدت تھی۔ اپنے اسلحوں پر اس نے اسد اللہ الغالب' کندہ کرایا تھا' جو حضرت علیؓ کا لقب تھا۔

شیعہ ائمہ سے بھی اسے عقیدت تھی' چنانچہ اپنے بہت سے سکوں کو ان کے ناموں سے اس نے موسوم کیا تھا۔ اس کے کتب خانوں کی کتابوں پر فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ کے ناموں کی مہریں تھیں۔ اس نے اپنا جو سفیر قسطنطنیہ بھیجے تھے انہیں ہدایت کی تھی کہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے مقبروں پر اس کی طرف سے نذریں پیش کریں اور سلطان سے درخواست کریں کہ نجف میں چونکہ پانی کی قلت ہے اس لئے وہاں ایک نہر تعمیر کرانے کی اسے اجازت دی جائے' جس میں فرات سے پانی لایا جائے گا۔" (۴۰)

حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ شہدائے کربلا یا جن بزرگوں کو شیعہ اپنا امام بتاتے ہیں' ان سے عقیدت ومحبت کی بناء پر کسی شخص میں تشیع کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ عقیدہ کے فرق کے ساتھ یہ تمام بزرگ سنیوں اور شیعوں دونوں کے لائق صد احترام بزرگ ہیں اور تصوف کے سلسلوں میں ان میں سے بیشتر کو امام یا مرشد برحق تسلیم کیا گیا ہے۔ خود سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں امام جعفرؒ صادق کا نام نامی شامل ہے۔ ان بزرگوں سے عقیدت ومحبت کی بنا پر ٹیپو سلطان میں تشیع کی نشاندہی کرنا صحیح نہیں ہے۔

سلطان شہیدؒ کو تصوف سے گہرا شغف تھا اور وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پروفیسر محب الحسن کو سلطان کے جن معمولات پر تشیع کا شبہ ہوا ہے اس کا ازالہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی ہی ان سطور سے ہو جاتا ہے:

"میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر (حضرت علی مرتضیٰ) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاو ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ ان ہی کے ذریعے پہنچی' کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرات امیر کا دور

ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنینؓ کے سپرد ہوا اور انکے بعد اس منصب پر ائمہ اثنا عشر میں سے ہر بزرگ کا ترتیب وار تقرر رہا۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی......" (۲۲)

حواشی

(۱) مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۔
(۲) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۵۳۔
(۳) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۵۳۔
(۴) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۶۳۔
(۵) منتخب التواریخ، ص ۲۵۵
(۶) منتخب التواریخ، ص ۲۵۶،
(۷) منتخب التواریخ، ص ۲۰۱
(۸) اشتیاق حسین قریشی اپنی تصنیف History of the freedom movement جلد اول میں رقمطراز ہیں کہ "آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا، چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضاء میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں"
(۹) Mohd. Ikram: History of Muslim Civilisation in India and Pakistan P- 271
(۱۰) Dr. Ishtiaque Qurashi --- Muslim Community of Inida Pakistan - P-152
(۱۱) محمد الیاس ندوی، سیرت سلطان شہیدؒ ص ۴۵، ۴۷
(۱۲) سید معین الحق، "معاشرتی اور علمی تاریخ، ص ۴۸۳، فیض عالم صدیقی، اختلاف کا المیہ دوم ص ۴۸۳، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۶۵، ۸۱، ۱۶۳
(۱۳) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری
(۱۴) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری، ص ۴۳، ۴۸، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۱، ۷۳، ۸۰، ۸۱
(۱۵) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۵۳ بنام شیخ فرید بخاری، ص ۸۴، ۲۹۱، دفتر دوم ۴۴ تذکرہ مجدد الف ثانی، ص ۱۰۴۔۱۱۰۔۱۱۴
(۱۶) توزک جہانگیری، ص ۶۹۸،
(۱۷) A short History of Indo - Pakistan Page 298
(۱۸) خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق، ص ۳۱۲۔۳۴۴
(۱۹) ڈاکٹر اقبال، تشکیل جدید الٰہیات ص ۲۹۸۔۲۹۹
(۲۰) اہل نوائط خود کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز و برتر سمجھتے تھے لہذا جب سلطان نے اپنے برادر نسبتی برہان الدین بن لالہ میاں کی شادی نواب بدر الزمان کی دختر سے کرنی چاہی تو اہل نوائط جو علم و فضل کے سبب ماسی اور محتسب جیسے اہم عہدوں پر فائز تھے سلطان کے خلاف ہو گئے۔
(۲۱) محب الحسن، تاریخ ٹیپو سلطان، ص ۵۔۵۱۴
(۲۲) مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۲۳